ہے یہ خیال غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ وہ اس کو بے شرمی پر محمول کرتے ہوئے یہ خیال کرتے ہیں۔ مگر چارپائی کا کون سا کام پردہ میں ہے کہ اس کو بھی پردہ میں کیا جائے یہ فضول خیال ہے۔ ہاں ان کی تکالیف کا خیال رکھنا ضروری ہے سو اس کا اندازہ وہی ہے جو حدیث بالا سے مفہوم ہوتا ہے یعنی طاقت موافق بوجھ ڈالنے اور چارے کا خیال رکھے رہا اتفاقیہ مرجانا تو یہ بعض دفعہ ڈنڈا محل بے محل مارنے سے بھی ایسا ہوجاتا ہے۔ ایسا ہی بلا یا موڑی کے وقت بے احتیاطی سے سمجھ لینا چاہیئے ورنہ بلا یا موڑی کوئی ایسی شے نہیں۔ بلکہ صرف ایک قسم بوجھ ہے جس سے وجود ڈھیلا پڑجاتا ہے اور دودھ آتا ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۸ / صفر سنہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۸ / مارچ سنہ ۱۹۴۰ء

اُجرت کا بیان

مدارس اسلامی میں مدرسین کا تنخواہ لینا

سوال: معلمین جو مدارس اسلامی میں تعلیم دیتے ہیں۔ اگر وہ محنت و مشقت کر کے شکم پروری کریں، تو مشاغل دینی فوت ہوتے ہیں۔ اگر اجرت علی التعلیم لیں تو ابوداؤد والی حدیث جس میں ایک طلبہ نے اپنے شیخ کو تبر دیا تو آپ نے بعد استفسار دوزخ کی آگ فرمایا اس گرفت میں داخل ہوتے ہیں علماء دین اس معاملہ میں کس جانب کو ترجیح دے کر عامل ہوں

جابر طالب علم فیروزپوری مدرسہ شمسیہ ویرووال ضلع امرتسر

جواب: اُجرت تعلیم قرآن کے جواز پر چار احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

ایک وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ ایک صحابی نے دم کر کے بکریاں لی تھیں۔ حضور کو جب علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللهِ سب سے زیادہ حق دار شے جس پر تم اجرت لو کتاب اللہ ہے۔

دوسری وہ حدیث ہے جو سہیل بن سعد سے روایت ہے جس میں ہے کہ ایک عورت نے نکاح کے لئے حضور کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا آپ نے سر نیچے کر لیا ایک شخص نے کہا کہ آپ میرے ساتھ نکاح کر دیں آپ نے اس سے پوچھا کہ مہر لاؤ اس نے کہا کہ مہر میں ادا کرنے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں پھر آپ نے دریافت کیا کہ قرآن یاد ہے اس نے کہا کہ قرآن تو یاد ہے آپ نے سورۃ بقرہ اس کا

نکاح پڑھا دیا۔

تیسری حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو فرمایا کہ میری قوم کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و عیال سے تنگ نہ تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں پس میں اور میرا اہل و عیال اس مال سے کھائیں گے۔ اور اسی میں حرفت کریں گے۔ (مشکوٰۃ باب الولاۃ)

چوتھی کنز العدوی سے منتخب کنز العمال جلد اوّل ص۳۹۶ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے سپہ سالاروں کو لکھا کہ تمہارے علاقہ میں جتنے حفاظ قرآن ہیں ان کا پتہ دو تاکہ میں ان کو تنخواہ میں ترقی دوں اور گرد و نواح میں بھیجوں۔

جواب۔ از محدث روپڑی

پہلی حدیث پر بحث!

یہ چار احادیث اجرت تعلیم قرآن کی بابت پیش کی گئی ہیں پہلی حدیث سے یوں استدلال کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ بہت حقدار شے جس پر تم اجرت لو، کتاب اللہ ہے اس فرمان کا محل اگرچہ دم جھاڑا ہے لیکن لفظ عام ہے ہر قسم کی اجرت کو شامل ہے خواہ دم پر ہو یا تعلیم اور تلاوت وغیرہ پر ہو اور اصول کا مسئلہ ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوصیت سبب دمحل کا۔

دوسری حدیث سے یوں استدلال کیا گیا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو عورت کو اس سے فائدہ اٹھانے کے عوض دیا جاتا ہے اور قرآن میں اس کو اجر کہا ہے چنانچہ فرمایا۔ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (پ ۵ ع ۱) یعنی عورتوں کو ان کے مہر دو۔ اس حدیث میں قرآن مجید کو مہر قرار دیا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید بھی مال بن سکتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے عوض اجرت درست ہو۔

تیسری حدیث سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ تعلیم دینا اہل اسلام کی عام خدمت ہے اور اس خدمت کے کرنے والا کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ پس حضرت ابوبکرؓ کی طرح وہ بھی اپنا گزارہ لے سکتا ہے۔

چوتھی حدیث سے استدلال ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ صراحۃً تعلیم قرآن کی بابت ہے۔

میری تحقیق میں پہلی حدیث سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اعتبار اگرچہ عموم لفظ کا ہے لیکن "بہت حقدار" کا لفظ جیسے دم جھاڑے کی اجرت کو شامل ہے اسی طرح اگر اجرت تبلیغ وعظ اور تعلیم قرآن کو شامل ہو تو پھر اجرت تبلیغ وعظ اور تعلیم قرآن اعلیٰ کسب ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اس کو اعلیٰ کسب کی صورت نہیں کہا جا سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی بابت قرآن میں کثرت کے ساتھ اجرت کی نفی کی گئی ہے اور ان کے حق میں اچھی نہیں سمجھی گئی اور علماء انبیاء کے وارث اور نائب ہیں تو ان کے حق میں یہ کسب اعلیٰ قسم کا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ قرآن مجید میں کفار سے اجرت لینے کی نفی کی گئی ہے نہ کہ مسلمانوں سے کافروں کو چونکہ تبلیغ فرض ہے اس لئے ان سے اجرت لینا درست نہیں مسلمانوں سے درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرائض کی تبلیغ سب کو فرض ہے خواہ مسلمان ہوں یا کافر اور غیر فرائض کی کسی کو بھی فرض نہیں پس کافروں اور مسلمانوں میں فرق کرنا غلط ہے اس کے علاوہ اگر کافروں سے اجرت لینی منع ہے تو پہلی حدیث کو جواز اجرت کے لئے پیش کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ صحابہؓ نے کافروں سے اجرت لی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ پر اجرت لینا بہت حق ہے۔ اگر اس لفظ کو عام رکھا جائے جس میں تبلیغ، تعلیم، وعظ اور تلاوت سب داخل ہوں تو کفار سے اجرت لینا اس سے اول نمبر داخل ہوگا۔ اور کسب کی یہ اعلیٰ قسم ہو گی۔ حالانکہ قرآن مجید کے یہ خلاف ہے بہر صورت پہلی حدیث سے اجرت تبلیغ و تعلیم وغیرہ کا جواز ثابت کرنا کوئی تسلی بخش نہیں۔ خاص کر جب ممانعت کی احادیث اس بارے میں صاف موجود ہیں۔

۱۔ مشکوٰۃ میں ہے، عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! ایک شخص کو میں نے لکھنا اور قرآن مجید سکھایا تھا اس نے مجھے تحفہ کے طور پر کمان دی، وہ مال نہیں، نیز اللہ کی راہ میں اس سے تیر اندازی کروں گا (کیا یہ ہدیہ قبول کر لوں) فرمایا۔ اگر تو دوست رکھتا ہے کہ اس کے عوض تجھے آگ کا طوق پہنایا جائے۔ تو قبول کر لے"(مشکوٰۃ باب الاجارہ)

۲۔ منتقی باب ما جاء فی الاجرۃ علی القرب میں ہے۔

عبدالرحمٰن بن شبل کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن مجید پڑھو اور اس سے معدشہ ہو یعنی درس اور تلاوت وغیرہ کے ساتھ اس کی نگرانی کرو، اور اس کا عوض نہ کھاؤ۔ اور نہ اس کے ذریعے بہتات کے طالب ہو"۔ امام احمد نے مسند میں اس کو روایت کیا ہے۔

۳۔ عمران بن حصین کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو اور اس کے ساتھ خدا سے سوال کرو کیونکہ آئندہ ایک قوم آئے گی جو قرآن پڑھے گی اور اس کے ذریعے لوگوں سے مانگے گی"۔ امام احمد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے۔

۴۔ ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن مجید سکھایا اس نے مجھے تحفہ کے طور پر کمان

دی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا تو فرمایا اگر تو نے اس کو لیا۔ تو جہنم سے کمان لی تو میں نے اس کو لوٹا دیا۔ ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا۔

نیل الاوطار جلد ۵ باب مذکور صفحہ ۱۹۲ میں بحوالہ عبدالرحمٰن بن شبل کی حدیث پر لکھا ہے کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور اس کی مؤید اور حدیثیں بھی ہیں ایک عمران بن حصین کی حدیث ہے (جس کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے) دوسری ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے (جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے) یہ دونوں اوپر ذکر ہو چکی ہیں تیسری جابرؓ کی حدیث ہے۔ جو ابوداؤد میں ہے جابرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے۔ ہم قرآن مجید پڑھ رہے تھے ہم میں کوئی اعرابی تھا کوئی عجمی فرمایا۔ پڑھو۔ تم سب اچھے ہو آئندہ کئی قومیں آئیں گی جو تیر کی طرح قرآن مجید کو سیدھا پڑھیں گی لیکن اس کا بدلہ دنیا میں چاہیں گے نہ آخرت میں۔

چوتھی حدیث سہل بن سعد کی ہے وہ بھی ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس قوم سے پہلے قرآن مجید پڑھو جو قرآن کو لفظی لحاظ سے سیدھا پڑھے گی لیکن اس کا بدلہ دنیا میں چاہے گی نہ آخرت میں۔

نیل الاوطار میں اس سے تھوڑا آگے جا کر عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ذکر کی ہے جو اوپر مشکوٰۃ کے حوالے سے گزر چکی ہے پھر ابوداؤد سے اس کی دو سندیں لکھی ہیں پھر کہا ہے۔ کہ ایک میں مغیرہ بن زیاد اور ابو ہاشم موصلی راوی ہے دوسری میں بقیہ بن ولید راوی ہے ان دونوں میں اختلاف ہے کوئی ان کو ثقہ کہتا ہے کوئی ضعیف۔ آگے چل کر کہا ہے اس بارے میں معاذؓ سے بھی روایت ہے۔ جو مستدرک حاکم اور بزار میں ہے جس کے الفاظ ابی بن کعبؓ کی حدیث کے قریب ہیں اور ابو الدرداءؓ سے بھی ہے جو دارمی میں ہے۔ اس کے الفاظ بھی اسی کے قریب ہیں اس کی اسناد شرط مسلم پر ہے۔ انتہیٰ

نیل الاوطار میں تو اتنا ہی کہا ہے تلخیص الحبیر باب النفقات صفحہ ۳۳۲ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد شرط مسلم پر ہے لیکن دارمی کا استاد عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن اسماعیل مسلم کے راویوں سے نہیں ابو حاتم نے اس کے حق میں کہا ہے۔ مَا بِہٖ بَاسٌ یعنی اس کے ساتھ کوئی ڈر نہیں۔ اور دحیم نے کہا ہے ابوداؤد کی حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ انتہیٰ۔

تلخیص کے اسی صفحہ میں ابی بن کعبؓ کی حدیث کی بابت لکھا ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے اور رویانی نے اپنی مسند میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ ابی بن کعبؓ کے شاگرد عطیہ کلاعی ہیں اور عطیہ کلاعی کے شاگرد

عبدالرحمٰن بن مسلم ہیں۔ بیہقی اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ (عطیہ کی ملاقات ابی بن کعبؓ سے ثابت نہیں ہوئی)۔ پس یہ منقطع ہے۔ منذری نے بھی اسے منقطع کہا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان نے بیہقی کی اتباع میں یہ کہا ہے ورنہ (عطیہ کی ملاقات کی نفی ٹھیک نہیں کیونکہ، ابو مسہر نے کہا ہے کہ عطیہ کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی ہے (اور ابی بن کعبؓ کی وفات راجح قول کی بنا پر ۳۲ھ میں ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اصابہ جلد اول ص۳۲)

پس ابی بن کعبؓ سے ملاقات کس طرح نہیں ہوگی اور ابن القطان اور ابن الجوزی نے ابی بن کعبؓ کی حدیث کو معلول (بیمار) کہا ہے اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ اس میں عبدالرحمٰن بن مسلم عطیہ کا شاگرد مجہول ہے اور ابی بن کعبؓ کی حدیث کی کئی سندیں ہیں۔ ابن القطان نے کہا ہے ان سے کوئی سند ثابت نہیں مگر ابن القطان کا یہ کہنا محل تامل ہے اور مزی نے اطراف میں اس حدیث کی کئی سندیں ذکر کی ہیں جن سے بعض میں تصریح ہے کہ ابی بن کعبؓ نے جس شخص کو قرآن مجید پڑھایا، اور اس نے کمان تحفہ دی وہ طفیل بن عمرو ہے انتہی۔

ابی بن کعبؓ کی حدیث کی بابت جو کچھ تخمیص سے ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے قریب نیل الاوطار میں بھی کیا ہے اس کے بعد اس بات کی تائید میں کہ جس کو ابی بن کعبؓ نے قرآن مجید پڑھایا۔ وہ طفیل بن عمرو ہے۔ دو روائتیں ذکر کی ہیں، ایک طبرانی کی ایک اثرم کی، چنانچہ لکھتے ہیں اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو طبرانی نے اوسط میں طفیل بن عمرو دوسی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ابی بن کعبؓ نے مجھے قرآن مجید پڑھایا میں نے ان کو ایک کمان تحفہ دی وہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کمان گلے میں لٹکائی ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کمان جہنم سے لٹکائی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ایسے گھر والوں کا کھانا حاضر ہو جائے۔ اور اس سے ہم کھالیں تو کیا یہ بھی آگ ہے؟ فرمایا جو کھانا تیری خاطر تیار ہے۔ وہ تو تیرا حصہ ہے یعنی تیری تعلیم کی اجرت ہے اور جو غیر کے لئے تیار کیا، اور تو اتفاقیہ آگیا، اور کھالیا تو اس کا کوئی ڈر نہیں" اور اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کو اثرم نے اپنی سنن میں ابی بن کعبؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں، ایک معمر آدمی جو بیمار تھا۔ میں اس کے پڑھانے کے لئے اس کے گھر آتا جاتا پس عمدہ کھانا لایا جاتا۔ جس کی مثل میں نے مدینہ میں نہیں کھایا، میرے دل میں اس کی بابت کچھ شک ہوا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا، تو فرمایا جس شخص کو تو پڑھاتا ہے اگر یہ کھانا اس کا اور اس کے

گھروالوں کا ہے تو کھاہے، اگر تیری خاطر ہے تو نہ کھا۔ انتہیٰ

عمران بن حصین کی حدیث کی بابت نیل الاوطار میں ترمذی سے نقل کیا ہے هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ لَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِذٰلِكَ یعنی یہ حدیث حسن ہے جس کی اسناد اعلیٰ درجہ کی نہیں۔

جابرؓ کی حدیث اور سہل بن سعدؓ کی حدیث پر ابو داؤد اور عون المعبود میں سکوت کیا ہے۔

یہ آٹھ احادیث ہیں جو اجرت تعلیم قرآن اور اجرت تبلیغ وغیرہ کے منع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ حدیث عبادہ بن صامتؓ ۲۔ حدیث عبدالرحمٰن بن شبلؓ ۳۔ حدیث عمران بن حصینؓ ۴۔ حدیث ابی بن کعبؓ ۵۔ حدیث جابرؓ ۶۔ حدیث سہل بن سعدؓ ۷۔ حدیث معاذؓ ۸۔ حدیث ابو الدرداءؓ

ان احادیث سے بعض اگرچہ ضعیف ہیں لیکن مجموعہ احادیث مل کر استدلال کے لائق ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ یہ ایسی گری ہوئی احادیث نہیں جو مل کر کام نہ دے سکیں بلکہ بعض ان میں سے ایسی ہیں جو اکیلی اکیلی دلیل بن سکتی ہیں۔ جیسے عبدالرحمٰن بن شبل، عمران بن حصین، ابو الدرداء وغیرہ کی احادیث۔ پس جب ان سب کو ملا کر مجموعہ سے استدلال کیا تو یہ نہایت قوی استدلال ہو گیا۔

بعض علماء نے ان احادیث کا کچھ جواب دیا ہے مگر وہ ناکافی ہے مثلاً عبادہ بن صامتؓ اور ابی بن کعبؓ کی حدیث کے متعلق امام شوکانی وغیرہ نے کہا ہے کہ شاید عبادہ بن صامتؓ اور ابی بن کعبؓ نے محض للہ پڑھایا ہو اور جو عمل محض للہ ہو اس پر کچھ لینا درست نہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کمان جہنم سے ہے۔

اور عمران بن حصینؓ کی حدیث کے متعلق کہا ہے کہ اس سے قرآن پر سوال کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اگر ویسے کوئی دے دے یا پہلے مقرر کر لیا جائے تو اس کی ممانعت اس سے نہیں نکلتی اور عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی حدیث کے متعلق کہا ہے کہ اس میں قرآن کے ساتھ کھانے سے (یعنی اس کا عوض مقرر کر کے لینے سے) ممانعت ہے اگر خود بخود خوشی سے دیدے تو اس کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

غرض امام شوکانیؒ نے اس قسم کا مطالب بیان کر کے جواب دیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کے مطالب

ےلہ اس حدیث میں طفیل بن عمرو کا نام نہیں مگر معمر ہونے اور کھانے کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی ہے کیونکہ طفیل مذکور اس وقت معمر تھا اور طبرانی میں کھانے کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن کعبؓ کے سوال کرنے کے بعد اُس نے سوال کیا۔

سب کے بیان نہیں ہو سکتے۔ مثلاً جابرؓ اور سہل بن سعدؓ کی احادیث اس مطلب کو قبول نہیں کرتیں کیونکہ وہ صاف اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن مجید کا بدلہ دنیا میں لینا بُرا ہے۔ خواہ مقرر کرے یا نہ کرے بلکہ عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی حدیث بھی اس بارے میں صاف ہے کہ قرآن کے ساتھ نہ کھانا چاہیئے۔ خواہ مقرر کر لے یا کوئی خوشی سے دے اسی لئے امام شوکانیؒ ان احادیث کی صحت ضعف میں مذکورہ بالا گفتگو کرنے اور اس قسم کے مطالب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا غاية ما يمكن ان يجاب به عن احاديث الباب ولكنه لا يخفى ان ملاحظة مجموع ما تقضى به يفيد ظن عدم الجواز وينتهض للاستدلال بها على المطلوب وان كان فى كل طريق هذه الاحاديث فبعضها يقوى بعضا (نيل الاوطار جلد ۵ ص ۲۹۴)

یعنی اس قسم کے مطالب بیان کرنا یہ ان احادیث کا آخری جواب ہے جو مشکل سے دیا گیا ہے لیکن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان احادیث کا مجموعہ جس بات کا فیصلہ کرتا ہے اس سے عدم جواز کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ اور اکیلی اکیلی ان احادیث میں اگرچہ کچھ کلام ہے (جس سے یہ صحیح کے درجے سے نیچے اتر گئی ہیں) لیکن مجموعہ ان کا استدلال کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے یعنی عدم جواز اجرت کی قوی دلیل بن سکتا ہے۔

دیکھئے امام شوکانی خود ہی یہ جوابات دے رہے ہیں اور خود ہی ان کو ناکافی بتلاتے ہیں۔

پس جب اُجرت تعلیم اور اُجرت تبلیغ وغیرہ کی یہ حالت ہوئی تو اب اس کو پہلی حدیث کے تحت کس طرح داخل کر سکتے ہیں کیونکہ پہلی حدیث میں یہ لفظ کہ بہت حقدار شے جس پر تم اُجرت لو کتاب اللہ ہے یہ چاہتا ہے۔ کہ یہ کسب کی اعلیٰ قسم ہو۔ حالانکہ اعلیٰ ہونے کی کوئی صورت نہیں پس ثابت ہوا کہ پہلی حدیث میں دم جھاڑے کی صورتیں مراد ہیں چنانچہ ابوداؤد نے اس حدیث پر کَسْبُ الْاَطِبَّاءِ (طبیبوں کی کمائی) کا باب باندھ کر اور ابن ماجہ نے اَجْرُ الرَّاقِیْ (دم کرنے والوں کی اجرت) کا باب باندھ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ حدیث دم جھاڑے کی صورتوں پر محمول ہے یعنی اگرچہ سب دم جھاڑوں پر جو شریعت کے خلاف نہ ہوں اجرت درست ہے لیکن کتاب اللہ کے ساتھ دم جھاڑ کر کے جو کچھ لیا جاتا ہے وہ بہتر ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا حصہ بھی رکھا۔ ورنہ تعلیم کا عوض ہوتا تو آپ کبھی حصہ نہ رکھتے۔ خاص کر جب تعلیم پر شرط کر کے لیا جاتا۔ جیسے اس پہلی حدیث میں دم جھاڑے پر شرط کر کے لیا گیا ہے۔ کیونکہ تعلیم پر شرط کر کے لینا زیادہ بُرا ہے چنانچہ زیر کی آٹھ احادیث کے ملانے سے ظاہر ہے۔ امام شوکانی وغیرہ نے جو کچھ ان

بعا دیث کا جواب دیا ہے اس کا نا کافی ہونا ہم تبلا چکے ہیں۔ اگر بالفرض اس کا کافی ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ شرط کر کے لینا جائز ہے بلکہ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ شرط کر کے لینا جائز نہیں ——— اور امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب الاجارات میں یہ باب باندھا ہے۔ بَابُ مَا یُعْطَی فِی الرُّقْیَةِ عَلٰی اَحْیَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ یعنی باب ہے اس شے کا جو قبائل عرب پر فاتحہ کے ساتھ دم کرنے پر دیا جاتا ہے

اس پر کسی نے اعتراض کیا ہے کہ قبائل عرب کی خصوصیت کیوں کی؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس کا جواب دیا ہے کہ یہ واقعہ کا بیان ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کا ذکر ہے اس میں عرب کے ایک قبیلہ کا ذکر ہے اس لئے باب میں بھی ذکر کر دیا اس میں حصر مقصود نہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب الطب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یوں باب باندھا ہے۔ بَابُ الشَّرْطِ فِی الرُّقْیَةِ بِقَطِیْعٍ مِنَ الْغَنَمِ یعنی بکریوں کے ایک ریوڑ کی شرط کر کے دم کرنا؛ اور کتاب الطب میں ایک جگہ یوں باب باندھا ہے۔ الرُّقٰی بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ یعنی "فاتحہ کے ساتھ دم کا باب" ان دونوں بابوں میں امام بخاری رحمہ اللہ نے عرب غیر عرب کی کوئی قید نہیں لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے باب میں قبائل عرب کا ذکر اتفاقی ہے اس میں حصر مقصود نہیں۔

خیر! یہ سوال و جواب تو بالتبع تھا۔ اب اصل بات سنئے! امام بخاری رحمہ اللہ پہلا باب باندھ کر فرماتے ہیں۔

وقال ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللّٰہ وقال الشعبی لا یشرط المعلم الا ان یعطی شیئا فیقبلہ وقال الحکم لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم واعطی الحسن عشرۃ دراھم۔

"یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے (فاتحہ کے ساتھ دم کرنے والوں کو) فرمایا بہت حقدار شے جس پر تم نے اجرت لی کتاب اللہ ہے اور شعبی نے کہا کہ معلم کو چاہئے کہ شرط نہ کرے۔ ہاں! اگر ویسے کوئی دیدے تو قبول کرے اور حکم کہتے ہیں میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس نے اجرت معلم کو برا جانا ہو۔ اور حسن رحمہ اللہ نے معلم کو دس درہم دیئے۔"

فتح الباری میں اس محل پر لکھا ہے۔

اما قول الشعبی فوصلہ ابن ابی شیبۃ بلفظ وان اعطی شیئا فلیقبلہ واما قول الحکم فوصلہ البغوی فی الجعدیات حدثنا علی بن الجعد عن شعبۃ سالت معاویۃ بن قرۃ

عن اجر المعلم فقال اری لہ اجرًا وسالت الحکم فقال ما سمعت فقیہًا یکرھہ واما قول الحسن فوصلہ ابن سعد فی الطبقات من طریق یحییٰ بن سعید بن ابی الحسن قال لما حذقت قلت لعمی یا عماہ ان المعلم یرید شیئًا قال ما کانوا یاخذون شیئًا ثم قال اعطہ خمسۃ دراھم فلم ازل بہ حتی قال اعطہ عشرۃ دراھم. وروی ابن ابی شیبۃ من طریق اخری عن الحسن قال لا باس ان یاخذ علی الکتابۃ اجرًا وکرہ الشرط (فتح الباری جز ۹ ص۲۱۵)

یعنی قول شعبی کو ابن ابی شیبہ نے ان الفاظ سے ذکر کیا کہ شرط نہ کرے، اگر ویسے مل جائے تو لے لے۔ اور حکم کا قول بغوی نے جعدیات میں روایت کیا ہے شعبہ کہتے ہیں میں نے معاویہ بن قرہ سے اجرت معلم کا سوال کیا تو کہا میرے خیال میں اس کے لئے اجرت ہے اور حکم سے میں نے سوال کیا تو کہا میں نے کسی فقیہ کو نہیں سنا کہ وہ بری جانتا ہو اور حسن کے قول کو ابن سعد نے طبقات میں یحییٰ بن سعید کے طریق سے روایت کیا ہے یحییٰ بن سعید کہتے ہیں جب میں نے عبارت پیدا کر لی، تو اپنے چچا (حسن) سے کہا اے چچا معلم کچھ چاہتا ہے، کہا سلف کچھ نہیں لیتے تھے۔ پھر کہا اس کو پانچ درہم دے دے میں نے کچھ زیادہ کا اصرار کیا۔ آخر کہا دس درہم دے دے۔ اور ابن ابی شیبہ نے دوسری سند کے ساتھ حسن سے روایت کیا ہے فرمایا کتابت پر لینے میں کوئی ڈر نہیں اور شرط کر کے لینے کو برا سمجھا۔

حسن کے قول میں فتح الباری میں کتابت کا لفظ ہے شاید یہ سہو کاتب ہو صحیح کتاب معلوم ہوتا ہے جس سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ لکھائی کی اجرت کا کوئی جھگڑا نہیں اور ہو سکتا ہے کہ حسن کے نزدیک قرآن مجید کی کتابت پر بھی اجرت کی شرط کرنا اچھا نہ ہو۔

بہر صورت امام بخاری نے جتنے اقوال درج کئے ہیں ان سے اکثر میں شرط کر کے لینے کو برا جانا ہے صرف حکم کے قول میں کوئی تصریح نہیں، لیکن حکم کا یہ کہنا کہ میں نے کسی فقیہ کو برا جانتے ہوئے نہیں سنا۔ یہ اپنے علم کی نفی ہے ورنہ واقعہ میں برے جاننے والے بہتیرے ہیں، چنانچہ حسن کے قول سے (کہ سلف کچھ نہیں لیتے تھے) ظاہر ہوتا ہے اور آگے بحوالہ دارمی وغیرہ بعض کی تصریح بھی آتی ہے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ حکم کے قول میں بھی بغیر شرط مراد ہو، کیونکہ شرط کے ساتھ لینے کو برا جاننے والے بہت زیادہ ہیں جن کا مخفی رہنا حکم پر بعید ہے اور حکم کے قول کے ساتھ معاویہ بن قرہ کا قول ذکر ہوا ہے، یہ بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ معاویہ بن قرہ اذان پر

اجرت لینے کو اچھا نہیں سمجھتے (چنانچہ آگے ذکر آتا ہے)؛ تو تعلیم قرآن پر شرط کرکے کس طرح اچھا سمجھیں گے، پس ضرور ہے کہ معاویہ بن قرہ کے قول میں بغیر شرط مراد ہو؛ یعنی بغیر شرط خود بخود معلم کو کوئی دیدے تو اس کی بابت معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ میری رائے میں اس کے لیے جائز ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا میلان اسی طرف ہے کہ شرط کرکے لینا اچھا نہیں کیونکہ امام بخاریؒ نے باب دم جھاڑے کا باندھا ہے اور اس پر ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں دم پر شرط کرکے لینے کا ذکر ہے، پھر تعلیم پر اجرت لینے کے متعلق اقوال مذکورہ ذکر کئے ہیں جن میں بغیر شرط کے لینے کو جائز قرار دیا ہے اور شرط کے ساتھ لینے کو اچھا نہیں سمجھا۔ پس ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ کا میلان اسی طرف ہے کہ شرط نہ کرے دینے کوئی دیدے تو لے لے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ کے نزدیک ابن عباسؓ کی حدیث میں یہ لفظ کہ "زیادہ حقدار شے جس پر تم نے اجرت لی کتاب اللہ ہے" اجرت تعلیم کو شامل نہیں بلکہ اس سے دم جھاڑے کی صورتیں مراد ہیں کیونکہ امام بخاری نے ایک جگہ یہاں اور دوسری جگہ کتاب الطب میں بھی دم جھاڑے کا باب باندھا ہے، اگر یہ لفظ عام ہوتا تو یوں باب باندھتے۔ باب اخذ الاجر علی کتاب اللہ نیز دم جھاڑے کا باب باندھ کر اجرت تعلیم کے متعلق جو اقوال ذکر کئے ہیں ان میں شرط کرکے لینے کو اچھا نہیں سمجھا تو اگر ابن عباسؓ کی حدیث میں لفظ مذکور ایسا عام ہوتا کہ اجرت تعلیم بھی اس میں داخل ہوتی تو لازم آتا کہ تعلیم پر شرط کرکے لینا بھی جائز ہو، بلکہ کسب کی اعلیٰ قسم ہو، حالانکہ یہ کسی صورت صحیح نہیں اور نہ امام بخاریؒ کی یہ مراد ہے۔ الفیہ عراقی اور اس کی شرح فتح الباقی میں ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ امام اسحاق بن راہویہ اور امام ابو حاتم رازی حدیث پر اجرت لینے والے کی حدیث نہیں لیتے تھے۔ اور ابو نعیم فضل بن دکین امام بخاریؒ کے استاد اور عفان امام بخاریؒ کے استاد یہ دونوں درس حدیث پر اجرت لیتے لیکن مجبوری میں لیتے۔ چنانچہ علی بن خشرم کہتے ہیں میں نے ابو نعیم (فضل بن دکین) سے سنا، فرماتے تھے لوگ مجھے (اجرت لینے پر) ملامت کرتے ہیں حالانکہ میرے گھر میں تیرہ جی کھانے والے ہیں اور گھر میں ایک چپاتی بھی نہیں ۔۔۔۔۔۔ الخ

اور بعض کہتے ہیں بغیر طلب کے خوشی سے کوئی دے تو لے لے ورنہ نہ لے۔ اور بعض کہتے ہیں صرف امیروں سے لے غریبوں سے نہ لے، پس اگر صاحب کسب ہے جس سے وہ اپنے اہل و عیال کی پرورش کر سکتا ہے اور اب وہ درس حدیث کی وجہ سے اپنے کسب سے رک گیا ہے تو اس کو لینا درست ہے چنانچہ شیخ ابو اسحاق شیرازی

سے ابوالحسن بن النقور نے سوال کیا کہ میں حدیث کے شغل کی وجہ سے اپنا کوئی کام نہیں کر سکتا کیونکہ پڑھنے والے سارا وقت لے لیتے ہیں تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ پس ابوالحسن اپنے گذارہ قدر سے لیتے ہیں (ملاحظہ الفیہ عراقی مع شرح فتح الباقی۔ (علمی، ص؎)

دیکھئے محدثین اس معاملہ میں کس قدر تنگی کرتے ہیں اور کتنا احتیاط برتتے ہیں؟ اگر یہ بہتر کسب ہوتا تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم جھاڑے کی اجرت (بکریوں) میں اپنا حصہ رکھا یا تھا۔ محدثین حدیث کا عوض بڑی خوشی سے لیتے اور اتنی تنگی اور احتیاط نہ کرتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ زیادہ حق دار شے جس پر تم اجرت لو کتاب اللہ ہے" یہ عام نہیں بلکہ اس سے دم جھاڑ مراد ہے۔ جیسے بخاری، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے ابواب سے اور دیگر محدثین کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ پہلی (ابن عباسؓ) کی حدیث سے جواز اجرت تعلیم و تبلیغ و حفظ وغیرہ پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ تعلیم قرآن و حدیث کا عوض بہتر کسب ہو، حالانکہ یہ کسی طرح صحیح نہیں۔

دوسری حدیث پر بحث

یہاں تک تو پہلی حدیث پر بحث تھی اب دوسری کا حال سنیئے! اس سے بھی جواز اجرت استدلال صحیح نہیں، کیونکہ مہر کا مال ہونا ضروری نہیں۔

مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ تَزَوَّجَ اَبُوْ طَلْحَةَ اُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صِدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْاِسْلَامَ اَسْلَمَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ اَبِيْ طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ فَاِنْ اَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَاَسْلَمَ فَكَانَ صِدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ (مشکوٰۃ باب الصداق فصل ۳ ص)

یعنی انسؓ فرماتے ہیں، ابوطلحہؓ نے ام سلیم سے نکاح کیا ان دونوں کے درمیان "اسلام" مہر تھا۔ ام سلیم اسلام لے آئی، ابوطلحہؓ نے اس کا رشتہ چاہا۔ ام سلیم نے کہا میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ اگر تو اسلام لے آئے تو میں تجھ سے نکاح کروں گی۔ ابوطلحہؓ اسلام لے آئے پس یہی ان دونوں کے درمیان مہر ہو گیا؟

دیکھئے! اس حدیث میں اسلام کو مہر قرار دیا ہے اسلام کسی صورت مال نہیں بن سکتا۔ مہر کو مال قرار دینا یہ اکثر حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ اگر عورت کسی دوسری شے پر راضی ہو جائے جو مال سے بھی بڑھ کر ہو تو وہ

بھی مہر بن سکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن مجید دنیا میں عمل کی خاطر آیا ہے اور ظاہر ہے کہ عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کی دل میں عزت ہو پس جس صورت میں قرآن کی عزت بڑھے اس صورت کے ساتھ اس سے کوئی مطلب نکالنا، یا اس کے ذریعہ سے مال حاصل کرنا بہت اچھا ہے مثلاً دم جھاڑ اس میں قرآن مجید کا موثر ہونا یا قرآن مجید کے عوض عورت کا اپنی جان بخشی کرنا اس میں قرآن مجید کی بڑی عزت ہے اس لئے یہ درست ہے۔ برخلاف قرآن مجید کی تعلیم کو ذریعۂ معاش بنانا اور اس کے ذریعہ سے کھانا یہ قرآن مجید کی ہتک ہے اس سے لوگوں کے دلوں میں دین کی قدر نہیں رہتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اپنے مطلب کے لئے سنتے سناتے ہیں اور ہمارے محتاج ہیں۔ پس اس طرح سے دین کی اشاعت بند ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو خصوصیت سے یہ ہدایت ہوئی کہ تم لوگوں کو کہہ دو کہ ہم تبلیغ پر تم سے کچھ بدلہ نہیں چاہتے یا تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگتے یا تم پر کچھ بوجھ نہیں ڈالتے چنانچہ قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر ہے خاص کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی زیادہ تاکید کی گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے عوض کھانے سے منع کر دیا۔ چنانچہ اوپر آٹھ احادیث گزر چکی ہیں۔ اور دم جھاڑے کے عوض میں اپنا حصہ رکھا کیونکہ دم جھاڑے کا عوض اچھا ہے اور تعلیم تبلیغ وغیرہ کی اجرت اچھی نہیں۔ اور اسی وجہ سے سلف اس کی بابت بڑی سختی کرتے تھے۔

دارمی میں ہے حضرت حسنؒ بازار میں داخل ہوئے ایک شخص سے کپڑے کا سودا کیا۔ کپڑے والے نے کہا میں آپ سے اتنا مول لوں گا۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور ہوتا تو میں اسے اتنے کو نہ دیتا۔ حضرت حسن نے کہا کیا تم نے ایسا کام کیا؟ (یعنی علم کے عوض قیمت کم کرتے ہو) پس اس دن سے حضرت حسن نے بازار میں خود جا کر خرید و فروخت کرنا ترک کر دی یہاں تک کہ فوت ہو گئے اور عبید بن حسن کہتے ہیں۔ مصعب بن زبیر امیر کوفہ نے ماہِ رمضان میں کوفہ کے قاریوں میں کچھ مال تقسیم کیا۔ عبدالرحمٰن بن معقل قاری) کو بھی دو ہزار درہم بھیجے اور کہا کہ ان درہموں کو ماہِ رمضان میں اپنی ضرورتوں میں صرف کرو۔ عبدالرحمٰن بن معقل نے وہ درہم لوٹا دیئے اور کہا ہم نے قرآن مجید اس خاطر نہیں پڑھا اور عبید اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن سلام کو پوچھا کہ اہلِ علم کون ہیں؟ کہا جو علم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ کہا علم کو سینوں سے کون سی شے نکالتی ہے؟ (یعنی کس شے سے علم جاتا رہتا ہے) کہا طمع۔ اور سفیان کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے کعب احبار سے اسی طرح سوال کیا۔ تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ (دارمی صفحہ ۵۵ باب صیانۃ العلم)

مشکوٰۃ میں ہے عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ اگر اہلِ علم اپنے علم کو بچاتے اور اس کو اہل کے پاس رکھتے تو اپنے

زمانہ والوں کے سردار ہوجاتے لیکن انہوں نے اہلِ دنیا کے لئے علم کو خرچ کیا۔ کہ علم کے ذریعہ ان کی دنیا سے کچھ حاصل کریں۔ پس اہلِ دنیا کے نزدیک ذلیل ہوگئے۔ میں نے تمہارے نبی سے سنا ہے جو تمام فکریں کو ایک فکرِ آخرت کا فکر کرلے خدا تعالیٰ اس کو دنیا کے فکر سے کفایت کرے گا۔ اور جس کے فکر حالاتِ دنیوی ہوکر پراگندہ ہوگئے۔ خدا تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ دنیا کے کسی جنگل میں ہلاک ہوجائے (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۳ صفحہ ۳۹)

اس طرح کی روائتیں بہت ہیں ہم کہاں تک ذکر کریں۔ ابوحازم اور سلیمان بن عبدالملک کا مکالمہ جو اسی پرچہ میں درج ہے وہ بھی اس پر کافی روشنی ڈالتا ہے اور امام بخاریؒ پر جو کچھ امتحانات آئے یہاں تک کہ بخارا سے نکالنے گئے وہ سب اسی کی بدولت آئے اسی طرح اور بہت بزرگانِ دین سختیاں اٹھاتے رہے اگر تعلیم و تبلیغ وغیرہ کا عوض کسب کی اعلیٰ قسم ہوتا یا تعلیم وغیرہ کی اجرت مہر کا حکم رکھتی تو یہ بزرگانِ دین ایسی پرہیزگاری نہ کرتے کیونکہ دین میں تشدد درست نہیں۔ (ملاحظہ ہو بخاری جلد اوّل باب الدین یسر صفحہ ۱) بلکہ حسن بصریؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اجرت پر امامت کرانے والے امام کی نہ اپنی نماز ہے نہ مقتدیوں کی! اور عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں میں ڈرتا ہوں کہ امام اجرت پر نماز پڑھائے تو ان پر اس نماز کا لوٹانا واجب ہو۔ اور امام احمدؒ نے ایسے امام سے پناہ پکڑی اور فرمایا اس کے پیچھے کون نماز پڑھے گا؟ چنانچہ یہ سب روائتیں قیام اللیل کے حوالے سے آگے آتی ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی ذکر ہوں گی۔ ان شاء اللہ

حاصلِ کلام یہ کہ دم جھاڑنے کی حدیث سے یا قرآن کے مہر بننے کی حدیث سے جوازِ اجرت تعلیم وغیرہ پر استدلال کرنا یہ ڈبل غلطی ہے۔ رہی باقی دو حدیثیں سو ان کا حال سنیئے

تیسری اور چوتھی حدیث پر بحث!

یہ دونوں حدیثیں بھی درحقیقت جوازِ اجرت پر دلالت نہیں کرتیں۔ کیونکہ اجرت معاوضہ کو کہتے ہیں اور ان حدیثوں سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے۔ وہ صرف یہ ہے ———— کہ جو مسلمان ———— دینی اشغال کی وجہ سے اپنے کام سے رک جائے وہ اپنا گزارہ لے سکتا ہے۔ اجرت درحقیقت یہ ہوتی ہے۔ کہ کام مال کی خاطر کیا جائے نہ یہ کہ کام اصل مقصود ہو اور جو کچھ لیا جائے وہ صرف ضرورت کی بناء پر لیا جائے پس جب اس میں یہ پابندی ہوئی تو اس میں توسّع اور فراخی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ مثلاً اس ذریعہ سے جائداد جمع کی جائے۔ یا بہت امیرانہ خرچ اختیار کیا جائے یا اپنے اہلِ قرابت یا متعلقین کے

ساتھ ضروری سلوک سے زیادہ کیا جائے۔ یہ صورتیں غیر مناسب ہیں۔ اسی طرح کام کا اندازہ کرے اگر واقعی شغل زیادہ ہے جس کی وجہ سے یہ اپنا کوئی مستقل کام نہیں کر سکتا تو گذارہ لے ورنہ نہیں۔ غرض اس معاملہ میں جتنی احتیاط ہو تھوڑی ہے آج کل عموماً ان باتوں کا خیال نہیں کیا جاتا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا صرف اذان یا امامت پر یا تراویح پر لینا جیسے آج کل عام رواج ہو گیا ہے۔ یہ بالکل درست نہیں کیونکہ یہ اشیاء انسان کو اپنے کاروبار سے مانع نہیں خاص کر جب ہر شخص کو حکم ہے کہ نماز با جماعت پڑھے۔ تو اگر وقت معین پر وہ مسجد میں ضرور حاضر ہوگا اور اذان میں یا امامت میں یا تراویح وغیرہ میں بھی ایک وقت کی حاضری ہے پس اس پر اجرت کسی صورت درست نہیں خاص کر جب حدیث میں ممانعت بھی وارد ہو۔

منتقی باب النھی عن اخذ الاجرۃ علی الاذان میں ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَّخِذَ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا رواه الخمسة۔

یعنی عثمان بن ابی العاص ؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت مجھے یہ کی ہے۔ کہ میں ایسے شخص کو مؤذن مقرر نہ کروں جو اذان پر اجرت لے۔

نیل الاوطار میں امام شوکانیؒ اس پر لکھتے ہیں۔

الحديث صححه الحاكم وقال ابن المنذر ثبت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعثمان بن ابي العاص واتخذ مؤذنا لا يأخذ على اذانه اجرا واخرج ابن حبان عن يحيى البكائي قال سمعت رجلا قال لابن عمر اني احبك في الله فقال له ابن عمر اني لابغضك في الله فقال سبحان الله احبك في الله وتبغضني في الله قال نعم انك تسأل على اذانك اجرا وروي عن ابن مسعود انه قال اربع لا يؤخذ عليهن اجر الاذان وقراءة القرآن والمقاسم والقضاء ذكره ابن سيد الناس في شرح الترمذي وروى ابن ابي شيبة عن الضحاك انه كره ان يأخذ المؤذن على اذانه جعلا ويقول ان اعطي بغير مسئلة فلا بأس وروى ايضا عن معاوية بن قرة انه كان يقال لا يؤذن لك الا محتسب (الى ان قال) وقال ابن العربي الصحيح جواز اخذ الاجرة على الاذان والصلوة والقضاء وجميع الاعمال الدينية فان الخليفة يأخذ اجرته على هذا كله وفي كل واحد منها يأخذ النائب اجرة كما يأخذ المستنيب والاصل في ذلك قوله

صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکت بعد نفقۃ نسائی ومؤنۃ عاملی فہو صدقۃ انتہی فقاس المؤذن علی العامل وھو قیاس فی مصادمۃ النص وفتیا ابن عمر التی مرت لم یخالفہا احد من الصحابۃ کما صرح بذلک الیعمری وقد عقد ابن حبان ترجمۃ علی الرخصۃ فی ذلک واخرج عن ابی محذورۃ انہ قال فالقی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان فاذنت ثم اعطانی حین قضیت التاذین صرۃ فیہا شیء من فضۃ واخرجہ ایضا النسائی قال الیعمری ولا دلیل فیہ لوجہین الاول ان قصۃ ابی محذورۃ اول ما اسلم لانہ اعطاہ حین علمہ الاذان وذالک قبل اسلام عثمان بن ابی العاص فحدیث عثمان متاخر الثانی انہا واقعۃ یتطرق الیہا الاحتمال واقرب الاحتمالات فیہا ان یکون من باب التالیف لحداثۃ عہدہ بالاسلام کما اعطی حینئذ غیرہ من المؤلفۃ قلوبہم ووقائع الاحوال اذا تطرق الیہا الاحتمال سلبہا الاستدلال لما یبقی فیہا من الاجمال انتہی وانت خبیر بان ھذا الحدیث لا یرد علی من قال ان الاجرۃ انما تحرم اذا کانت مشروطۃ لا اذا اعطیہا بغیر مسئلۃ والجمع بین الحدیثین بمثل ھذا حسن۔ (نیل الاوطار جلد اول ص ۳۵۵)

(یعنی اذان پر اجرت منع کی حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ابن المنذر نے کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو فرمایا ایسا مؤذن مقرر کر جو اذان پہ اجرت نہ لے اور ابن حبان نے یحییٰ البکاء سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا کہ میں آپ کو اللہ کیلئے دوست رکھتا ہوں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں خدا کیلئے تجھے برا جانتا ہوں اس شخص نے کہا سبحان اللہ میں آپکو خدا کیلئے دوست رکھتا ہوں آپ خدا کیلئے برا جانتے ہیں فرمایا اس لئے کہ تو اذان پہ اجرت مانگتا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا چار اشیاء میں اجرت درست نہیں اذان، قرأۃ القرآن، مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم قضاء۔ ابن سید الناس نے شرح ترمذی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیا ہے۔ کہ اذان پہ مزدوری لینی بری ہے اور کہتے تھے کہ بغیر مانگے کچھ مل جائے تو کوئی ڈر نہیں اور معاویہ بن قرہ سے روایت کیا ہے کہ ثواب کی نیت سے اذان دینے والا مؤذن مقرر کر۔ دوسرا نہ کر۔ ابن العربی نے کہا صحیح یہ ہے کہ اذان قضاء اور دیگر تمام اعمال وغیرہ پر اجرت جائز ہے۔ کیونکہ خلیفہ ان تمام پہ اجرت لیتا ہے اور ان سے ہر ایک پہ نائب بھی اجرت لیتا ہے جیسے نائب بنانے والا (خلیفہ) لیتا ہے اور اصل (دین) اس کی ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ میں نے اپنی بیویوں کے نفقہ اور اپنے عاملوں کے خرچ کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ ابن العربی نے مؤذن کو عامل پر قیاس کیا ہے حالانکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے بھی خلاف

ہے جو اوپر گزر چکا ہے اس فتویٰ میں ابن عمرؓ کا صحابہؓ میں کوئی مخالف نہیں چنانچہ یعمری نے اس کی تصریح کی ہے نیز یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ عامل تو اپنے عمل کے ساتھ کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ برخلاف مؤذن کے نیز مؤذن اگر اذان کے لیے نہ آئے تو نماز با جماعت کے لیے اس کو آنا پڑے گا۔ تو دس منٹ پہلے آکر اذان بھی دے سکتا ہے۔ پس اجرت لینے کے کچھ معنی نہیں اور ابن حبان نے اذان پر اجرت لینے کے جواز میں باب باندھا ہے اور دلیل اس پر ابو محذورہؓ کی حدیث لائے ہیں ابو محذورہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی پس میں نے اذان کہی جب میں نے آذان پوری کی تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دی۔ جس میں کچھ چاندی تھی اور اس حدیث کو نسائی نے بھی روایت کیا ہے یعمری کہتے ہیں ابن حبان کا اس حدیث سے استدلال کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو محذورہؓ کو تھیلی دینا عثمان بن ابی العاص رضؓ کے مسلمان ہونے سے پہلے ہے پھر آپ نے منع کر دیا۔ نیز یہ ایک خاص واقعہ ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ تھیلی اذان کی اجرت دی۔ بلکہ قریب احتمال یہ ہے کہ جیسے اور نومسلموں کو تالیف قلوب کے لئے دیا اسی طرح ابو محذورہ رضؓ کو بھی دیا کیونکہ یہ اس وقت نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ایسے خاص واقعات سے استدلال صحیح نہیں ہوتا یعمری نے اتنا کہا ہے لیکن امیر شوکانی کہتا ہوں (عثمان بن ابی العاص رضؓ کی حدیث اس شخص کی تردید نہیں کرتی جو کہتا ہے کہ اذان پر اجرت مقرر کرکے لینی حرام ہے۔ اگر سوال کے بغیر کوئی دیدے تو جائز ہے۔ اسی صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ کو اذان پر دی ہو تو بھی عثمان بن ابی العاص رضؓ کی حدیث سے کوئی مخالفت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ ابو محذورہ رضؓ نے سوال نہیں کیا اور یہ موافقت کی اچھی صورت ہے:

جب اذان کی بابت اتنی تنگی ہے تو امامت تو ایک بڑا عمل ہے اس پر تنخواہ لینی یا کسی شئے کا سوال کس طرح درست ہوگا۔ اسی طرح تراویح میں قرآن سنانے پر لینا یا کچھ سوال کرنا یہ بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ آج کل حافظان قرآن اس بیماری میں بہت مبتلا ہیں ماہ رمضان جو خیر اور برکت کا مہینہ ہے جس میں خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے جو انسان کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے۔ جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس کو تھوڑے سے پیسوں کی طمع میں ضائع کر دیتے ہیں اس کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ بلکہ وعید کے مستحق رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس ماہ کو اپنی آمد کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اس کی خاطر دور دراز سفر کرتے ہیں اور ایسی مسجدیں تلاش کرتے پھرتے ہیں جن میں زیادہ امداد کی امید ہو بلکہ بعض اسی طمع میں دو دو تین مسجدوں میں تراویح پڑھاتے ہیں ایک مسجد میں جلدی جلدی پڑھا کر دوسری مسجد میں پہنچتے ہیں تاکہ دونوں مسجدوں والے امداد کریں اور پیسے

اچھے ہیں جائیں ۔ انا للہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَعْنِيْ رِيْحَهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل ۲ صلاع)

یعنی "جو شخص علم دین صرف اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس کے ذریعے کسی دنیوی فائدے کو پہنچے تو اس کا جنت میں داخل ہونا تو کجا! وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔"

دیکھئے کیا سخت وعید ہے لیکن یہ لوگ پھر بھی پرواہ نہیں کرتے نہ دینے والوں کو خیال آتا ہے کہ ایسے حافظوں کو دینا اور ان کا قرآن سننا اس سے فائدہ کیا؟ وقت بھی ضائع اور پیسے بھی برباد! انا للہ

قیام اللیل میں ہے عبداللہ بن معقل قاری نے رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھائی جب عید الفطر کا دن ہوا تو عبیداللہ بن زیاد نے ان کو پانچ سو درہم بھیجے انہوں نے واپس کر دیئے اور فرمایا کہ ہم کتاب اللہ پر اجرت نہیں لیتے۔ اور مصعب نے عبداللہ بن مقرن کو رمضان میں جامع مسجد میں امامت کا حکم دیا۔ جب چاند چڑھا تو پانچ سو درہم ان کی خدمت میں ارسال کئے انہوں نے واپس کر دیئے اور کہا کہ ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتا اور مالک بن دینارؒ کہتے ہیں میں ایک شخص کے پاس سے گزرا جس کو میں پہچانتا تھا۔ اور اس کے ساتھ سپاہی تھے اور اس کو ہتھکڑی لگی ہوئی تھی لوگوں سے سوال کرتا تھا۔ میں نے کہا تجھے کیا ہوا؟ کہا فلاں عامل نے مجھے تراویح پر مقرر کیا جب وہ عامل معزول ہو گیا تو جو کچھ اس نے دیا تھا اس کا ذکر اس کے حساب کے رجسٹروں میں پایا گیا۔ اس کی وجہ سے میں گرفتار ہوں اور اس کو پورا کرنے کے لئے سوال کر رہا ہوں۔ مالک بن دینارؒ کہتے ہیں تو گوشت میں چپڑی ہوئی روٹی (یعنی اعلیٰ کھانے) کھاتا رہا ہوگا۔ کہا ہاں! میں اس عامل کے ساتھ گوشت میں چپڑی ہوئی روٹی کھاتا رہا ہوں کہا اس سے اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہے۔"

اور حسن بصریؒ سے سوال کیا گیا کہ اجرت پر نماز پڑھانے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا نہ امام کی نماز ہوتی ہے نہ مقتدیوں کی اور ابن مبارک فرماتے ہیں اجرت پر نماز پڑھانے کو میں برا سمجھتا ہوں۔ اور اس بات کا ڈر ہے کہ ان (امام مقتدی سب) پر نماز کا لوٹانا واجب ہو۔ اور امام احمدؒ سے سوال کیا گیا کہ ایک امام لوگوں کو کہے کہ میں اتنے درہموں پر تمہیں رمضان میں نماز پڑھاؤں گا تو اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا "ایسے امام سے خدا پناہ میں رکھے۔ اس کے پیچھے کون نماز پڑھے گا۔" (قیام اللیل باب الاجر علی الامامۃ فی رمضان ص۱۰۳)

چونکہ زیادہ تر اس بیماری میں ہمارے حنفی بھائی مبتلا ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس محل میں علماء دیوبند کا فتویٰ درج کردیں۔ شاید کسی کو خدا ہدایت کردے تو ہمارا بھی بھلا ہو جائے۔

۲۹ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ میں دیوبند سے رمضان المبارک کے متعلق مفید و معتبر مسائل کے عنوان سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس میں حنفی مذہب کے بہت سے مسائل تھے۔ ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ روپیہ کی طمع میں یا اجرت مقرر کرکے سنانے والے حافظ کا کیا حکم ہے۔ لکھا ہے۔

"جو حافظ روپیہ کی طمع میں قرآن مجید سناتا ہے اس سے وہ امام بہتر ہے جو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھلے اگر اجرت مقرر کرکے قرآن مجید سنایا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے"

انتہیٰ۔

تنبیہ

شرط کرکے یا مقرر کرکے لینا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ صراحتہً شرط کرے دوم یہ کہ صراحتہً کچھ نہ کہے مگر نہ دینے کی صورت میں ناراض ہو جائے۔ یا شکایت کرے۔ گویا یہ ناراضگی یا شکایت لینی ہے۔ جیسے پہلے کہہ دیا کہ میری کچھ خدمت کرنی ہوگی۔ یہ بھی اسی میں آتا ہے گا چنانچہ اکثر واعظوں اور ماہ رمضان میں حافظان قرآن کی یہی حالت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَعْمَالَنَا کُلَّھَا صَالِحَۃً وَّاجْعَلْھَا لِوَجْھِکَ خَالِصَۃً وَّلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِیْھَا شَیْئًا۔

(عبداللہ امرتسری از روپڑ)

دینی تعلیم میں اُجرت

سوال :۔ اگر کوئی شخص اُردو فارسی و کتابت کے ساتھ تعلیم قرآن بھی کرے یعنی ان مجموعہ چیزوں کی تعلیم پر اجرت لے دے تو کیا اس کے حلال و جائز ہونے میں تو کوئی شبہ قائلین عدم جواز کے نزدیک تو نہیں رہیگا؟

(سراج الدین مدرس مدرسہ دارالاسلام مسجد اہلحدیث تیلیاں جودھپور)

جواب :۔ اس میں شبہ نہیں کہ سادہ قرآن مجید پڑھانے والے اُردو فارسی کتابت والوں کی نسبت بہت زیادہ مل سکتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شے عام مل سکے وہ سستی ہوتی ہے اور جو کم ملے وہ اس کی نسبت گراں ہوتی ہے اس بنا پر جو مخلوط تعلیم پر تنخواہ ملے گی اس کا زیادہ حصہ اُردو۔ فارسی اور کتابت کے لئے ہوگا۔ اور قرآن مجید پر جو خدمت ہوگی وہ بالتبع ہوگی اور حلت و حرمت کا جو کچھ حکم لگتا ہے وہ اصل شے پر ہوتا ہے۔

چونکہ زیادہ تر اس بیماری میں ہمارے حنفی بھائی مبتلا ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس محل میں علماء دیوبند کا فتویٰ درج کریں، شاید کسی کو خدا ہدایت کردے تو ہمارا بھی بھلا ہو جائے۔

۲۹ر شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ میں دیوبند سے رمضان المبارک کے متعلق مفید و معتبر مسائل کے عنوان سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس میں حنفی مذہب کے بہت سے مسائل تھے۔ ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ روپیہ کی طمع میں یا اجرت مقرر کرکے سنانے والے حافظ کا کیا حکم ہے؟ لکھا ہے۔

"جو حافظ روپیہ کی طمع میں قرآن مجید سناتا ہے اس سے وہ امام بہتر ہے جو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھلے گر اجرت مقرر کرکے قرآن مجید سنایا جائے تو نہ امام کو ثواب ہوگا نہ مقتدیوں کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں سخت گناہ ہے"

انتہیٰ۔

تنبیہ

شرط کرکے یا مقرر کرکے لینا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ صراحۃً شرط کرے دوم یہ کہ صراحۃً کچھ نہ کہے مگر نہ دینے کی صورت میں ناراض ہو جائے، یا شکایت کرے۔ گویا یہ ناراضگی یا شکایت لینی ہے، جیسے پہلے کہہ دیا کہ میری کچھ خدمت کرنی ہوگی۔ یا میں آتا ہوں گا چنانچہ اکثر واعظوں اور ماہ رمضان میں حافظان قرآن کی یہی حالت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَعْمَالَنَا کُلَّھَا صَالِحَۃً وَّاجْعَلْھَا لِوَجْھِکَ خَالِصَۃً وَّلَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ فِیْھَا شَیْئًا۔

(عبداللہ امرتسری از روپڑ)

دینی تعلیم میں اجرت

سوال ۔ اگر کوئی شخص اُردو فارسی و کتابت کے ساتھ تعلیم قرآن بھی کرے یعنی ان مجموعہ چیزوں کی تعلیم پر اجرت لے دے تو کیا اس کے حلال و جائز ہونے میں تو کوئی شبہ قائلین عدم جواز کے نزدیک تو نہیں رہیگا؟

(سراج الدین مدرس مدرسہ دارالاسلام مسجد اہلحدیث تیلیاں جودھپور)

جواب ۔ اس میں شبہ نہیں کہ سادہ قرآن مجید پڑھانے والے اُردو فارسی کتابت والوں کی نسبت بہت زیادہ مل سکتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شے عام مل سکے وہ سستی ہوتی ہے اور جو کم ملے وہ اس کی نسبت گراں ہوتی ہے اس بناء پر جو مخلوط تعلیم پر تنخواہ ملے گی اس کا زیادہ حصہ اُردو، فارسی اور کتابت کے لئے ہوگا، اور قرآن مجید پر جو خدمت ہوگی وہ بالتبع ہوگی اور حلت و حرمت کا جو کچھ حکم لگا کرتا ہے وہ اصل شے پر ہوتا ہے۔

نہ تابع پر الا ماشاء اللہ مثلاً چاندی کے بدلے چاندی کم وبیش فروخت کرنی منع ہے اگر ایک طرف کی چاندی میں تھوڑا بہت کھوٹ ہو اور ایک طرف کی کھری ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ کھوٹی چاندی میں زیادہ حصہ چاندی کا ہے اس لئے اس کو چاندی کا حکم دیا گیا اور تھوڑے بہت کھوٹ کی رعایت نہیں کی گئی اسی طرح کپڑے میں تانا ریشم ہو۔ اور بانا سوت ہو تو جائز ہے اگر اس کا الٹ ہو تو جائز نہیں ٹھیک اس طرح مخلوط تعلیم کو سمجھ لینا چاہیئے۔ ہاں قرآن مجید کی اعلیٰ قرأت جاننے والا کم ملتا ہے اور اس کی تنخواہ عام اردو۔ فارسی کتابت والوں سے کم نہیں ہوتی سو ایسی صورت میں قرآن مجید کی خدمت کو بالتبع نہیں کہہ سکتے جب بالتبع نہ ہوئی تو جن لوگوں کے نزدیک اجرت تعلیم قرآن درست نہیں وہ اس تنخواہ کو حرام حلال مخلوط کی قسم سے شمار کریں گے اور ایسا مخلوط کسب اگرچہ قطعاً حرام نہیں۔ ہاں اگر کسی شخص کی عادت مفت قرآن مجید پڑھانے کی ہو اس کے بعد لوگوں نے اسے اردو۔ فارسی کتابت کے لئے رکھ لیا اور قرآن مجید پڑھانے کی شرط نہیں کی یا مفت قرآن مجید پڑھانے کی اس کو عادت نہیں لیکن لوگوں نے اسکو صرف اردو فارسی پڑھانے کیلئے رکھ لیا کیونکہ وہ قرآن مجید کے چنداں مشتاق نہ تھے اسکے بعد اس نے انکو ترغیب دیکر قرآن مجید کیطرف توجہ دلائی اور خود بخود قرآن مجید کی پڑھائی کا ایک ناغہ لیا جو اپنے ذمہ لے کر پہلے سے زیادہ وقت صرف کرنے لگ گیا تو اس صورت میں اجرت تعلیم قرآن ناجائز کہنے والوں کے نزدیک یہ مخلوط کسب نہیں ہوگا اور نہ اس کی آمد دوسرے شخص کے لئے مشتبہات کی قسم سے ہوگی اسی طرح اگر ایک جگہ کوئی شخص پڑھاتا تھا اور ایک اور شخص کو لوگوں نے اردو فارسی کتابت کے لئے مقرر کر لیا اس کے بعد قرآن مجید پڑھانے والا نہ رہا اور یہ خود ثواب کی نیت سے زائد وقت صرف کر کے قرآن مجید پڑھانے لگ گیا تو اس صورت میں بھی اجرت ناجائز کہنے والوں کے نزدیک یہ مخلوط کسب نہیں۔ اسی طرح اگر لوگ اردو فارسی کتابت اور قرآن مجید پر بیس روپے ماہوار یا کچھ کم وبیش دیتے ہیں اور ایک شخص حسب دستور کچھ کم مقرر کر لے اور کہے کہ میں کم اس لئے کرتا ہوں کہ میری قرآن مجید کی تعلیم ہو کیونکہ میں زائد وقت صرف کرنے کی بجائے حسب دستور تنخواہ کم کرتا ہوں تو اس صورت میں بھی اجرت ناجائز کہنے والوں کے یہ مخلوط کسب سے نکل جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اگر کوئی ایسی صورت پیدا کر لی جائے جس سے عرفاً یہ پیسے قرآن مجید کی تعلیم کے مقابلہ میں نہ رہیں۔ تو پھر یہ مخلوط نہیں لیکن جب دلیل کی رو سے گزارے موافق اجرت لینے کا جواز راجح مذہب ہے تو پھر اتنی تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں احتیاط اور پرہیزگاری کی بنا پر کوئی ایسا کرے تو بہت اچھا ہے کیونکہ عموماً تنخواہ دار ہو کر کما حقہ تبلیغ نہیں ہو سکتی عموماً لحاظ ملاحظہ دامنگیر ہو جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ واللہ الموفق۔

(عبداللہ امرتسری ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ)

مشتبہ مال

سوال ۔ زید کا مال مشتبہ ہے یعنی محض ظن کے طور پر نہیں بلکہ یقینی طور پر مخلوط بالحرام ہے۔ اس قسم کا مال کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب ۔ قطعاً حرام ہے مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ عام طور پر اس کی عادت ہے کہ دغا فریب کرتا ہے جھوٹ بول کر وعدہ خلافی کر کے مال کماتا ہے فروخت کے وقت اپنی شے کا عیب نہیں بتاتا یعنی اس طرح اس کے حلال مال میں حرام ملتا رہتا ہے تو یہ عام دنیا کی حالت ہے۔ اس سے پرہیز مشکل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا پرہیز نہیں کیا اگر ایسا پرہیز کرتے تو یہود کی دعوت نہ کھاتے۔ مشکوٰۃ باب المعجزات۔

دوسری صورت حرام مخلوط ہونے کی یہ ہے کہ آمد کی کوئی مد حرام کی ہو جیسے سود پر روپیہ دیتا ہو یا گروی زمین سے رکھی ہے جس کا منافع کھاتا ہے یا اس قسم کا اور سلسلہ جاری ہو تو اس سے بچنے کا انتظام ہو سکتا ہے جس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ باپ پر زور ڈالے کہ اس مد کی آمد کو علیحدہ صرف کرے باقی میں نہ ملائے دوسری یہ کہ باپ جس طرح چاہے کرے یہ اس کی حلال کمائی سے اپنا گزارہ علیحدہ کرالے۔ اگر باپ ان دونوں صورتوں سے کوئی بھی تسلیم نہ کرے۔ تو پھر اپنا الگ گزارہ کرے کیونکہ جب حرام سے بچ سکتا ہے تو بچنا چاہیئے اس میں والدین کی کوئی تابعداری نہیں لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی تابعداری نہیں۔ لیکن اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک بیّن حرام ہے ایک مشتبہ حرام بیّن حرام وہ ہے جو خالص حرام ہو اور حرمت اس کی صراحت ہو جیسے سود رشوت وغیرہ اور مشتبہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خالص حرام نہ ہو حلال مال سے ملا ہوا ہو۔ جب کوئی شخص اس سے کچھ حصہ لے تو اسے کیا معلوم ہے کہ اس حصہ میں وہ حرام آیا ہے یا نہیں۔ دوسری صورت یہ کہ صراحۃً حرام نہ ہو بلکہ درمیان درمیان ہو جیسے حدیث میں کتے کی بابت قتل کا حکم آیا ہے اس سے بعض نے اس کی حرمت سمجھی ہے اور ایک حدیث میں ہر پنجہ سے شکار کرنے والی شے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ اس سے بعض نے اس کی حلت سمجھی ہے کیونکہ یہ پنجہ سے شکار نہیں کرتا۔ جو بیّن حرام ہے اس کی ممانعت سخت ہے جو اس سے پرہیز نہ کرے وہ سخت مجرم ہے اس پر ہمیشگی کرنے والا بعید نہیں کہ کفر تک پہنچ جائے اور مشتبہ حرام کی سخت ممانعت سخت نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چراگاہ یا کھیت کے ارد گرد بکریاں چرائے خطرہ ہے کہ بکریاں چراگاہ یا کھیت میں داخل ہو جائیں چراگاہ یا کھیت بمنزلہ حرام کے ہے مشتبہ حرام اس کا ارد گرد ہے اس کی ممانعت اس وجہ سے کہ کہیں حرام میں واقعہ

نہ ہو جائے ورنہ درحقیقت اس سے ممانعت نہ تھی پس جو شخص مشتبہ حرام سے پرہیز نہ کرے اس کو ایسا برا بھلا تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کا دین پورا سلامت بھی نہیں رہتا پوری سلامتی مشتبہ حرام سے پرہیز رکھنے میں ہے۔

(عبد اللہ امرتسری روپڑی ۸ صفر ۱۳۵۲ھ)

خلاف شریعت حجامت بنانے کی اُجرت

سوال۔ ڈاڑھی مونڈ کر یا بودے بنا کر مزدوری لے کر گزارہ کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ (محمد امین)

جواب۔ جو کام حرام ہے اس کی اجرت بھی حرام ہے نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ مشکوٰۃ (باب الکسب و طلب الحلال) یعنی کتے کی قیمت زنڈی (کنجری) کی اجرت اور کاہن کی شیرینی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حرام کی اجرت بھی حرام ہے ڈاڑھی مونڈنا اور بودے بنانا حرام ہے۔ پس ان کی اجرت بھی حرام ہوگی۔ عبد اللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ

اپنی جگہ کم تنخواہ پر ملازم رکھ کر بقایا رقم خود لینا

سوال۔ ایک شخص کی تنخواہ سات روپیہ ماہوار ہے اس نے بضرورت دوسرے شخص کو پانچ روپے پر مقرر کر دیا اور وہ اس تنخواہ پر راضی بھی ہے بقایا دو روپے اصل ملازم لے سکتا ہے یا نہیں؟ (زین العابدین از کانپور)

جواب۔ سات روپے والے نے پانچ روپے پر نوکر اپنی ذمہ داری پر رکھا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ پانچ روپے والا اس سات روپے والے کا ملازم ہے تو پھر سات سے دو روپے اس سات والے کا حق ہے کیونکہ ہر ملازم اپنی تنخواہ کا اور ہر مزدور اپنی مزدوری کا حقدار ہے جب سات روپے والے نے اپنے ملازم کو پانچ روپیہ ماہوار کے حساب سے دے دے تو اس کا حق شرح مقررہ پر ادا ہو گیا اب بقیہ دو میں اس کا کوئی حق نہیں اس کو بہر صورت پانچ روپے ادا کرنے پڑیں گے خواہ اس کو سات روپے ملیں یا کم و بیش یا بالکل نہ ملیں۔ اگر اپنی ذمہ داری پر نہیں رکھا بلکہ یہ کہا ہے کہ مجھے سات روپے مل گئے تو تمہیں پانچ روپے دوں گا ورنہ نہیں۔ تو اس صورت میں پانچ روپے والا درحقیقت سات روپے والے کا ملازم نہیں بلکہ یہ اس کا ملازم ہے جس کا سات روپے والا ملازم ہے پس اس صورت میں سات روپے والے کا کوئی حق نہیں کہ دو روپے اپنے پاس رکھے بلکہ وہ متعلق کو واپس کر دے کیونکہ یہ دو روپے پانچ روپے والے کا حق اس لئے نہیں کہ وہ پانچ روپے پر راضی ہے اور سات والے کا حق اس لئے نہیں کہ

یہ حقیقتاً نوکر نہیں رہا حقیقت میں نوکر پانچ والا ہے۔ ہاں ایسے موقع پر یہ بھی شرط ہے کہ جس کو اپنا قائم مقام کرے اس کو اپنے آقا کے سامنے بھی کر دے کیونکہ ممکن ہے کہ آقا کو اس قائم مقام پر یا اس کے کام پر پورا اعتماد نہ ہو اگر آقا کی مرضی کے بغیر اپنا قائم مقام بنا دیا تو کام میں فرق آنے کی صورت میں آقا پانچ روپے کی تنخواہ کا ذمہ دار نہ ہوگا بلکہ وہ اس کے ذمہ پڑے گی اور اگر کام میں فرق نہ آیا تو آقا کو سات روپے دینے پڑیں گے جن سے دو روپے سات روپے والے کے ہوں گے اور پانچ والے کے کیونکہ اس صورت میں سات روپے والا اپنے آقا کا ملازم ہوگا اور پانچ والا سات والے کا جیسے پہلی صورت میں تھا جس میں پانچ والے کو اپنی ذمہ داری پر ملازم رکھا تھا۔

(عبداللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ)

نکاح اور اذان تولد کی اُجرت

سوال : نکاح کرنے کی اجرت لینے کا کیا حکم ہے؟ محمد حسین چک ۵ ای ایل ضلع منٹگمری

جواب : نکاح یا اذان تولد پر اجرت یہ سلسلہ کچھ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نکاح کے ارکان ایجاب وقبول ہیں جو ہر شخص کرا سکتا ہے خطبہ اور تین آیتیں کسی کو یاد نہ ہوں تو دیکھ کر پڑھ لی جائیں اگر دیکھ کر بھی پڑھنے والا نہ ہو تو ایجاب وقبول ہی کافی ہے اس طرح اذان کے کلمات عموماً یاد ہوتے ہیں اس لئے اس قسم کی اجرت کے سلسلے اہل اسلام کو جاری نہ کرنے چاہئیں جو خواہ مخواہ زائد خرچ کا موجب ہوں شریعت ایسی فضول رسموں کی روک تھام کے لئے ہے اجراء کے لئے نہیں اس لئے خیر قرون میں ان باتوں کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ نکاح جنازہ تولد کا سلسلہ قدیم سے ہے۔ عبداللہ امرتسری ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

غزوہ میں اجرت

سوال : جس اجیر کو اجرت پر جہاد میں لے گئے اس کو مال غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے بعض علماء قائل ہیں بعض نہیں ترجیح کس قول کو ہے؟

جواب ۔ باب الجعائل فی الغزو میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ اس شخص کے بارہ میں ہے جو جہاد سے اعراض کر کے محض مال کی خاطر جان دیتا ہے اور رخصت اس صورت میں ہے کہ جب اپنے پاس گنجائش نہ ہو تو دوسرے سے لے کر جنگ کرتا ہے اس صورت میں مقصود تو جہاد ہوتا ہے مگر پاس نہ ہونے کی وجہ سے لیتا ہے۔ کیونکہ

جنگ کی تیاری نہیں کر سکتا۔ اس لئے جاعل یعنی جعل دینے والا زیادہ ثواب کا مستحق ہے اس کو جعل کا اجر بھی ملتا ہے اور غازی کا ثواب بھی ملتا ہے اور اس کو صرف غازی کا ثواب ملتا ہے اور اس صورت میں یہ سہم کا مستحق بھی ہو گا۔

تیسرا وہ شخص ہے جو خادم ہے اجرت پر خدمت کرتا ہے جہاد کی غرض سے نہیں گیا بلکہ کوئی غازی اپنی خدمت کے لئے اس کو ساتھ لے گیا ہے ایسے شخص کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ اپنے مستاجر کی صرف خدمت ہی کرے تو اس کا حق دینا اور آخرت میں صرف اجرت ہی ہے اور اس اجرت کی بھی رخصت ہے کیونکہ درحقیقت یہ جہاد کی اجرت نہیں دوسری یہ حالت ہے کہ وہ جنگ میں شریک ہو یعنی لڑائی کرے تو وہ بے شک غازی ہے اس کو ثواب بھی ملے گا اور غنیمت میں بھی حصہ ملے گا کیونکہ جنگ اس کا فی سبیل اللہ ہو گا۔ جنگ کے عوض اس نے اجرت نہیں لی۔ اگر جنگ اجرت پر کرتا ہے تو یہ اجرت نہ آجاتی ہے اور نہ اس کے لئے سہم ہے۔

(عبداللہ امرتسری از روپڑ ۱۱، جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ)

دکان کا بیمہ

سوال: دکان کا بیمہ کرانا کہ اگر مال جل گیا۔ تو تم کو دینا ہو گا۔ ہم تم کو اتنا روپیہ ادا کرتے رہیں گے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص کمپنی یا دکان کو روپیہ دیتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ روپیہ دے کر منافع معین کرے کہ اتنا ماہوار لیا کروں گا خواہ پیسہ روپیہ ہو یا کم و بیش ہو۔ خواہ دکان جل جائے یا کمپنی کے مال کو آگ لگ جائے۔ تو یہ قطعاً سود ہے یہ کسی صورت جائز نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مضاربت ہو تو اس صورت میں منافع معین نہیں ہوتا نصف یا تہائی یا چوتھائی بحساب آمد کے ملنا چاہیئے اگر کسی وقت منافع نہ آئے تو کچھ نہ ملنا چاہیئے اور اگر اصل رقم میں نقصان آئے اور دکان دار اور کمپنی کی اس میں کوتاہی نہ ہو تو دکاندار یا کمپنی اس کی ذمہ دار نہیں کیونکہ مضاربت کا مال مضاربت پر لینے والے کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے شرعاً اس کا یہی حکم ہے اور اگر کوئی شخص اس کا ذمہ دار ہو جائے۔ تو پھر وہ مال قرض ہو جاتا ہے اور اس وقت روپیہ دینے والے کو نفع لینا جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہے اور اگر مضاربت کی تفصیل مطلوب ہو تو نسائی وغیرہ کو دیکھیں۔

(عبداللہ امرتسری از روپڑ)

ہسپتال میں ملازمت

سوال :۔ ڈاکٹری ادویہ میں اکثر سپرٹ (شراب) ہوتی ہے کیا کمپوڈری کا کام جائز ہے۔

محمد یوسف امرتسری از کلکتہ

جواب :۔ یہ افواہ غلط ہے کہ اکثر ادویہ میں سپرٹ شراب ڈالی جاتی ہے بلکہ شاذونادر کسی دوا میں ہوتی ہے سو پتہ لگنے پر اس سے پرہیز ہو سکتا ہے اگر پتہ نہ لگے تو بے خبری کی وجہ سے معاف ہے۔ برانڈی انگور وغیرہ کا عرق ہے یا ست۔ اس میں تھوڑے نشہ ہے خونیہ کھانسی دمہ چھاتی کے درد وغیرہ میں مفید ہے۔ اپریشن یا چوٹ کے بعد کمزوری دور کرنے کے لئے دودھ میں ملا کر دیتے ہیں۔ جیسے سلاجیت دیتے ہیں عام دواؤں میں نہیں پڑتی بلکہ جیسے اور دوائیں کبھی کسی دوا میں شامل کی جاتی ہیں اسی طرح کا حال ہے عام انگریزی دواؤں میں پڑنا یہ ویسے افواہ ہے واقعہ میں صحیح نہیں ہاں اگر پتہ لگ جائے کہ فلاں دوا میں یہ ڈالی گئی ہے تو اس کو استعمال نہ کرے۔ کیونکہ حرام کے ساتھ علاج حرام ہے حدیث میں ہے۔ لا تداووا بالحرام۔ مشکوٰۃ کتاب الطب فصل ۲ یعنی حرام کے ساتھ دوا نہ کرو۔

(عبداللہ امرتسری ۸ شعبان ۱۳۵۱ھ)

مُردہ شوئی کی اُجرت

سوال :۔ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ مردہ شوئی کا کام کر کے اُجرت لیتا ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا کہ نہیں؟

جواب :۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَأَدّٰى فِيْهِ الْأَمَانَةَ وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا يَكُوْنُ مِنْهُ عِنْدَ ذٰلِكَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ وَقَالَ لِيَلِهِ أَقْرَبُكُمْ إِنْ كَانَ يَعْلَمُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ فَمَنْ تَرَوْنَ عِنْدَهُ حَظًّا مِنْ وَرَعٍ وَأَمَانَةٍ رواہ احمد (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت کو غسل دے اور اس میں امانت سے کام کرے اور میت کے عیب ظاہر نہ کرے وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور میت کا اس کا قریبی غسل دے اگر غسل دینا جانتا ہو اگر نہ جانتا ہو تو تمہارے میں سے جو پرہیزگاری اور امانت کا کافی حصہ رکھتا ہو

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل یا تو قریبی دے یا پرہیزگار آدمی دے۔ کیونکہ ممکن ہے میت کے بدن پر کوئی عیب ہو یا بیماری کی حالت میں پاکی پلیدی میں احتیاط نہ ہوئی ہو یا غسل کے وقت اندر سے کوئی آلائش نکلے یا زیر ناف بال بڑھ گئے ہوں یا اس قسم کی کوئی پردہ والی بات ہو تو اگر غسل دینے والا قریبی ہوگا۔ یا پرہیزگار ہوگا۔ تو میت کا پردہ فاش ہو کر میت کی بے عزتی نہیں ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ غسل دینے والا قریبی ہوگا یا پرہیزگار ہوگا۔ اس کے علاوہ اس غسل دینے کو پیشہ بنا کر اس پر اجرت لینا اور ہمیشہ اس کام کے لئے آدمی مقرر کر دینا یہ خیر قرون کے خلاف ہے۔ خیر قرون میں یہ کام پیشہ ہو کر معاش کا ذریعہ نہیں بنا بلکہ اپنے قریبی یا ہمسایہ وغیرہ غسل دیتے تھے پھر پیشہ بھی گندہ ہے کیونکہ نمازی۔ بے نماز ہر گندے پلے کو غسل دینا پڑتا ہے بلکہ زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں، نیز خود ایسے پیشہ والے عموماً بے دین ہوتے ہیں پس یہ لوگ امامت کے حق دار نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۵، ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھجوانا

سوال ۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں دو تین جگہ یہ فتویٰ درج ہے کہ منی آرڈر میں جو روپیہ بھیجا جاتا ہے یہ ربا میں داخل ہے دلیل کوئی درج نہیں ہاں اگر نوٹ کی رجسٹری کر دے یا روپوں کا بیمہ کرا دے تو جائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب ۔ مولوی رشید احمد نے جو کچھ لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو روپیہ ڈاکخانہ میں دیا جاتا ہے وہ خزانہ میں داخل ہو جاتا ہے اور جس پتہ پر منی آرڈر کیا جاتا ہے وہاں کے خزانہ سے وہ روپیہ ادا کیا جاتا ہے تو گویا یہ بیع صرف ہوئی یعنی نقد کا تبادلہ اور بیع صرف ادھار جائز نہیں ورنہ ربا لازم آتا ہے اور منی آرڈر کرنے میں ادھار ہوتا ہے۔ کیونکہ کچھ دنوں کے بعد اس شخص کو روپیہ ملتا ہے جس کو بھیجا گیا ہے اور رجسٹری یا بیمہ کی صورت میں چونکہ بعینہ وہ روپیہ جاتا ہے جو ڈاکخانہ میں داخل کیا گیا ہے اس لئے یہ بیع کی صورت نہ ہوئی پس جائز ہوا یہ وجہ مولوی رشید احمد کے فتویٰ کی ہے مگر اس میں یہ شبہ ہے کہ بیع میں تبادلہ مقصود ہوتا ہے اور منی آرڈر کرنے میں تبادلہ مقصود نہیں ہوتا کیونکہ جو مقصود بیمہ یا رجسٹری سے ہے وہی منی آرڈر سے ہے یعنی دونوں سے مقصود صرف رقم ہوتی ہے خواہ وہی رقم ہو یا دوسری ہو پس جب تبادلہ مقصود نہیں بلکہ سرے ہی سے اس کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا تو یہ بیع نہ ہوئی پس جب بیع نہ ہوئی تو بعینہ رجسٹری یا بیمہ کی صورت ہوگئی پس اس کے جواز

میں بھی کوئی شبہ نہ ہونا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ بیع نفس تبادلہ کو کہتے ہیں۔ تبادلہ کا مقصود ہونا یا تبادلہ کا لحاظ ہونا ضروری نہیں۔ تو اس صورت میں مولوی رشید احمد کی بات تردید ہو جائے گی۔ مگر یہ دعویٰ بلا دلیل ہے بلکہ عرف اس کو رد کرتا ہے کیونکہ بیع میں تبادلہ مقصود نہ ہو یا تبادلہ کا لحاظ نہ ہو۔ تو تجارت ہی بند ہو جائے نہ کوئی سودا پتر لے نہ دے بلکہ قرض حسنہ بھی بند ہو جائے کیونکہ اس صورت میں قرض حسنہ بھی بیع ہوگی اور بیع سونے چاندی کی ادھار درست نہیں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے اور احادیث میں بھی صراحۃً آیا ہے ملاحظہ ہو (مشکوٰۃ باب الربا)

عبداللہ امرتسری از روپڑ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ

بینک کی تنخواہ یا گروی کی آمد سے خدمتِ دین

سوال ۔ بینک کی تنخواہ سے یا گروی کی آمد سے خدمتِ دین کا کیا حکم ہے؟

جواب ۔ بینک کا کاروبار حرام ہے کیونکہ سود ہے نہ اس روپیہ کو کھا سکتا ہے۔ نہ اہل و عیال کی پرورش میں صرف کر سکتا ہے اور نہ اس سے خدمتِ دین قبول ہوتی ہے حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک ہی قبول کرتا ہے گروی کی آمد بھی سود کی قسم ہے بلکہ سود کر اپنے جرائم کا ارتکاب گویا لوگوں کے لئے گناہ کا راستہ کھولنا ہے جس سے جرم بہت بڑھ جاتا ہے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی)

ثالث کیلئے فیصلہ کا معاوضہ

سوال ۔ دو شخصوں نے اپنے تنازعے کے فیصلہ کے لئے ایک ثالث مقرر کیا۔ انہوں نے ایک آدمی کو بلانے کے لئے دس روپے کا مطالبہ کیا کہ اس کو کرایہ خرچ کر کے بلا لیا جائے۔ کرایہ کے روپے ثالث کو لینے کا اختیار ہے یا نہیں؟

جواب ۔ حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل کے گزارے کے لئے کافی تھا اب میں مسلمانوں کے کام میں لگ گیا ہوں۔ اب آلِ ابی بکرؓ اس سے کھائے گی اور اس میں مسلمانوں کے لئے کام کرے گی۔ (مشکوٰۃ باب رزق الولاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ فیصلوں کا معاوضہ لینا جتنا خرچ ہو اور وقت لگے جائز ہے اس میں کفایت شعاری ضرور ملحوظ ہے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے گزارہ لینے ہی کا ذکر کیا ہے سو ثالث کو چاہیئے کہ اپنے وقت اور خرچ کا اندازہ

کر کے بوجھ ڈالے، زیادہ ٹھیک نہیں۔

سوال میں جس صورت کا ذکر ہے کچھ علم نہیں کہ کتنا وقت صرف ہو اور ثالث کا کتنا خرچ ہو کیونکہ ہر شے موقع محل سے تعلق رکھتی ہے بعض موقعہ پر دس روپے زیادہ ہوں، بعض موقعہ پر اس سے زیادہ بھی کم ہیں اس کا اندازہ فریقین ہی کر سکتے ہیں۔ (عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ (انبالہ) ۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۰ھ)

سود کا بیان

تجارت پر روپیہ دے کر مقررہ نفع لینا

سوال :- کوئی تاجر شخص اس شرط پر روپیہ لینا چاہتا ہے۔ تجارت کے لئے کہ وہ اپنے ماہوار منافع سے ایک صد روپیہ کا منافع پانچ روپیہ دے گا وہ منافع کا حصہ اس لئے مقرر نہیں کرتا ایسا کرنے میں وہ کہتا ہے کہ میری ایمانت داری پر شک پڑتا ہے کیا اس طرح مقرر کر کے منافع لینا جائز ہے۔

جواب :- مقررہ رقم منافع نہیں بلکہ سود ہے کیونکہ منافع ہمیشہ ایک مقدار سے پر نہیں ہوتا ہاں حصہ مقرر ہو سکتا ہے۔ کہ جو منافع آئے اس کا نصف یا کم و بیش۔ ایمانداری پر شک کی کوئی وجہ نہیں، حساب صاف ہو تو اس قسم کے شکوک آخر رفع ہو جاتے ہیں۔ (عبداللہ امرتسری مدیر تنظیم روپڑ ضلع انبالہ)

بنک کے سود سے مسجد

سوال :- گاؤں فیروز والی[عـه] بانڈیں بنک زمینداره عرصه تقریباً پندرہ سال سے قائم ہے اب اس میں مسلمان ممبران کا سود یا منافع چند ہزار روپیہ تک جمع ہے اور بنک اپنے اصول کے مطابق وہ منافع ممبران میں تقسیم کرنا چاہتی ہے ان ممبران کی خواہش ہے۔ کہ اس مشترکہ منافع یا سود سے کچھ روپیہ تعمیر مسجد پر لگایا جائے آیا اب یہ روپیہ حسب خواہش ممبران مذکور مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ (محمد اسماعیل)

جواب :- سود کا روپیہ حرام ہے۔ حرام کو حرام رستے پر خرچ کر سکتے ہیں۔ نیک رستے حرام مال نہیں لگ سکتا حدیث میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے

عـه یہ میرا آبائی گاؤں ہے (مرتب)